فکر و نظر---- اسلام آباد		جلد: ۴۰-۴۱		شمارہ: ۴، ۱

عہد نبوی کے میدان جنگ

(ڈاکٹر محمد حمید اللہؒ کی ایک قابل قدر تصنیف)

پروفیسر ڈاکٹر علی اصغر چشتی ☆

ڈاکٹر محمد حمید اللہؒ مرحوم نے علوم اسلامیہ کے مختلف پہلوؤں پر لکھا اور ہر پہلو پر بہت محنت، عرق ریزی اور بحث وتحقیق کے ساتھ مستند اور معتمد معلومات جمع کیں۔ زیر نظر کتابچہ کا تعلق بنیادی طور پر سیرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔ سیرت کے ساتھ ڈاکٹر صاحب کا تعلق باقی علوم وفنون کے مقابلہ میں جذباتی نوعیت کا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ جب آپ سیرت کے کسی موضوع پر قلم اٹھاتے ہیں تو انتہائی ادب، محبت، متانت اور گہرائی کے ساتھ مواد ترتیب دیتے ہیں۔ الفاظ وکلمات کے انتخاب میں بھی بہت محتاط رہتے ہیں۔ اور معلومات کی Collection اور Selection میں بھی کمال دکھاتے ہیں۔

''عہد نبوی کے میدان جنگ'' سب سے پہلے ۱۳۵۹ھ میں ''مجموعہ تحقیقات علمیہ، جامعہ عثمانیہ'' میں ایک طویل مضمون کی حیثیت سے شائع ہوا...... اس کے ساتھ ساتھ اس کی کچھ کاپیاں الگ بھی چھاپی گئیں...... کتابچہ چھپ جانے کے بعد غیر معمولی طور پر مقبول ہوا۔ اور لوگوں نے ہاتھوں ہاتھ اس کو خرید لیا...... ڈاکٹر صاحب اس ضمن میں لکھتے ہیں:

(۱) یہ پہلی کوشش غیر معمولی طور پر مقبول رہی اور اگرچہ اس پورے دوران میں جنگ کے باعث مکرر سفر حجاز کا موقع نہ ملا اور غزوۂ خیبر کے اہم تشنۂ تکمیل جزء کی تکمیل نہ ہوسکی، لیکن بہر حال عام نظر ثانی اور ترمیم واصلاح کے بعد اب مکرر شائع کیا جاتا ہے ...... کاغذکی گرانی اب بھی انتہا پر ہے، مگر سابقہ ذخیرے کے ختم ہو جانے اور طلب کے جاری رہنے نے مکرر طبع پر آمادہ کردیا ہے۔'' (دیباچہ طبع ثالث ص۱)

اس دیباچہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جمادی الاول ۱۳۶۴ھ میں یہ کتاب تیسری مرتبہ طبع کرائی

۱۔ ڈین کلیہ عربی و علوم اسلامیہ، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

گئی...... اس کتاب کی مقبولیت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ فرنچ اور انگریزی میں بھی اس کے کئی ایڈیشن چھپ کر قارئین کی دلچسپی کا باعث بنے ...... ڈاکٹر صاحب نے اس موضوع پر قلم کیوں اٹھایا اور اس موضوع کی اہمیت آپ کی نظر میں کیا تھی اس بارے میں آپ کہتے ہیں ''عہد نبوی کی جنگیں تاریخ انسانی میں غیر معمولی طور سے ممتاز ہیں۔ اکثر دگنی تگنی اور بعض وقت دس گنی قوّت سے مقابلہ ہوا اور قریب قریب ہمیشہ ہی فتح حاصل ہوئی دوسرے چند محلوں پر مشتمل ایک شہری مملکت (City State) سے جو آغاز ہوا وہ روزانہ دوسو چوہتر مربع میل کے اوسط سے وسعت اختیار کرتی ہے اور دس سال بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو دس لاکھ سے بھی زیادہ مربع میل کا رقبہ آپ کے زیر اقتدار آچکا تھا۔ اس سے تقریباً ہندوستان کے برابر وسیع علاقہ کی فتح میں، جس میں یقیناً ملینوں کی آبادی تھی دشمن کے بمشکل ڈیڑھ سو آدمی قتل ہوئے۔ مسلمان فوج کا مشکل سے اس دس سال میں ماہانہ ایک سپاہی شہید ہوتا رہا۔ انسانی خون کی یہ عزت تاریخ عالم میں بلا خوف تردید بے نظیر ہے۔ پھر ان فتوحات کا دوسرا پہلو قبضہ کا استحکام، مفتوحوں کی ذہنیت کی کایا پلٹ ان کا مکمل طور سے اپنا لیا جانا اور ایسے افسروں کی تربیت کر جانا کہ آپ کے وصال کے پندرہ ہی سال بعد تین برّاعظموں (ایشیا، افریقہ اور یورپ) پر پھیلے ہوئے علاقوں پر مدینہ منورہ کی حکومت کا قائم ہو جانا، یہ تمام اور دیگر امور ہمیں عہد نبوی کی جنگوں کا مطالعہ کرنے کا غیر معمولی طور سے شائق بنا دیتے ہیں...... عہد نبوی کے میدان جنگ (ص۴)۔

غزوات نبوی کا حربیاتی پہلو

غزوات نبوی پر مسلمان مؤرخین اور سیرت نگاروں نے بہت کچھ لکھا لیکن ان ساری معلومات کا تجزیہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس لٹریچر میں حربیاتی پہلو کا بڑی حد تک فقدان ہے۔ زیادہ تر جو معلومات جمع کی گئی ہی وہ تاریخی نوعیت کی ہیں۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ صاحب نے اس صورت حال کو مد نظر رکھتے ہوئے حربیاتی پہلو کو موضوع بحث بنایا ہے اور کوشش کی ہے کہ ہر ایک غزوہ کا یہ پہلو زیادہ سے زیادہ نمایاں ہوسکے۔ اس ضمن میں آپ لکھتے ہیں: سیرت نبویؐ پر دنیا کی ہر مہذب زبان میں کم یا زیادہ تفصیل کے ساتھ مواد فراہم ہوچکا ہے اس مواد کے فراہم کرنے والے دوست بھی ہیں، مخالف و معاند بھی ۔ سیرت نبویؐ کے جنگی حصے میں بھی مواد کی کوئی کمی نہیں لیکن غزوات نبویؐ پر تاریخی نہیں بلکہ فن حرب کے نقطہ نظر سے میرے پڑھنے یا سننے میں اب تک کوئی چیز نہیں آئی۔ ساڑھے تیرہ سو سال پہلے کی جنگوں پر کچھ لکھنے کے لیے حربیاتی اور تاریخی دو بالکل مختلف قسم کی

مہارتیں درکار ہیں۔ میں ان دونوں سے بھی محروم رہا ہوں لیکن ''مردے از غیب بروں آیدوکارے بکند'' کارے بلند کا یا خود میں ان صلاحیتوں کے پیدا ہونے اور ''نومن تیل'' کے فراہم ہونے کا انتظار کرنا ان تھوڑے بہت معلومات کو بھی ضائع کردینا تھا، جو مطالعہ اور سفر سے اتفاقاً مجھے حاصل ہوئے ہیں۔ اس لیے جو بھی مجھ سے ہوسکا مرتب کیا گیا ہے اور اس کی کوتاہیوں کے پورے احساس واعتراف کے ساتھ افادے واعلام کے لیے نہیں بلکہ اصلاح وترمیم کی غرض سے اہل علم کی خدمت میں پیش ہے۔
(عہد نبویؐ کے میدان جنگ ، ص: ۴)

توضیحی اور تشریحی معلومات:

ڈاکٹر حمید اللہ نے اپنی اس تالیف میں بعض ایسی توضیحی اور تشریحی معلومات فراہم کی ہیں.......... جو سیرت نبویؐ کا مطالعہ کرنے والے طلبہ اور اساتذہ کے لیے بہت مفید اور وقیع ثابت ہوسکتی ہیں۔ یہاں بطور مثال چند نکات پیش کیے جاتے ہیں:

(i) ...... ہجرت کے موقع پر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو اہل مدینہ نے آپؐ کا پُر جوش استقبال کیا ڈاکٹر صاحب اس ضمن میں لکھتے ہیں: ''بعض عرب مؤرخ لکھتے ہیں کہ مدینہ منورہ آتے وقت راستے میں بریدۃ اسلمی نے اپنے کئی درجن ساتھیوں کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی اور جھنڈے اڑاتے ہوئے ہم رکاب ہو کر محافظ دستے کا فریضہ انجام دیا(سیرۃ شامی..... از زبیربن بکّار).......... لیکن حیرت ہے کہ مدینہ منورہ (قبا) پہنچنے کی جتنی تفصیلیں ملتی ہیں ان میں اس اعزازی محافظ دستے کی ہمراہی کا کوئی پتہ نہیں چلتا۔ یا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں تھوڑی دور ساتھ رکھ کر رخصت کردیا ہو گا یا یہ قبا میں ملے ہوں گے اور قبا سے مدینہ جاتے وقت ساتھ گئے ہوں گے۔

(ii) ''حرم'' کی اصطلاح سیرت کی کتابوں میں تو اتر اور تداول کے ساتھ استعمال ہوئی ہے۔ ڈاکٹر صاحب اس اصطلاح کی وضاحت بڑی خوبصورتی کے ساتھ کرتے ہیں آپ لکھتے ہیں: اصطلاح ''حرم'' کے سلسلے میں شاید یہ واضح کردینا ضروری ہے کہ یہ ایک نیم مذہبی، نیم سیاسی مفہوم رکھتی ہے۔ اور اس کا رواج اسلام کے پہلے ہی سے نہ صرف عرب کے مختلف مقامات پر بلکہ فلسطین اور یونان وغیرہ میں بھی ملتا ہے۔ اس کا مذہبی مفہوم یہ تھا کہ وہاں کی ہر چیز کو ایک تقدس حاصل ہے وہاں کے چرندو پرند کا شکار نہ کیا جائے وہاں کے درخت نہ کاٹے جائیں اور وہاں خونریزی نہ کی جائے اور وہاں آنے والوں کو دوران قیام میں امن اور پناہ میں رکھا جائے خواہ

وہ مجرم ہی کیوں نہ ہوں حرم کا سیاسی مفہوم یہ تھا کہ وہ اس شہری مملکت کے حدود کا تعین کرتا تھا۔ مکہ کو حدود حرم، کہتے ہیں کہ عہد ابراہیمی سے چلے آتے ہیں..........(ص:۱۱)

(iii) تاریخ اور سیرت کی کتابوں میں مدینہ منورہ کی حدود حرم کے بارے میں اجمالی روایات ملتی ہیں.......... اور ان حدود کی تعیین کے سلسلے میں تفصیلات کا ذکر نہیں ملتا..... امام بخاری نے اپنی صحیح میں فضائل مدینہ کے ضمن میں ذکر کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی کو حرم مدینہ کی حدود پر ستون نصب کرنے کی خاطر روانہ کیا تھا.......... اس روایت میں صحابی کا نام نہیں بتایا گیا البتہ یہ اشارہ موجود ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کی حدود پورے اہتمام کے ساتھ متعین فرمائی تھیں اور اس مقصد کے لیے ایک صحابی کی ڈیوٹی لگائی تھی..... ڈاکٹر صاحب نے اس روایت کو بنیاد بنا کر تاریخ اور سیرت کے مراجع ومصادر میں تفصیلی روایت کی تلاش شروع کی۔ اور بالآخر المطری کی تاریخ ''التعریف بما انست الھجرۃ من معالم دار الھجرۃ'' میں صحیح بخاری کی اجمالی روایت کی تفصیل آپ کو مل گئی۔ اس روایت کو آپ نے اپنی تالیف میں یوں نقل کیا ہے:

''عن کعب بن مالک ، قال: بعثنی رسول الله صلی الله علیه وسلم أعلم علی أشراف حرم المدینة، فاعلمت علی أشراف ذات الجیش، وعلی مشیرب، وعلی أشراف مخیض، وعلی الحفیاء، وعلی ذی العشیرة، وعلی تیم.......... فأما ذات الجیش فنقب ثنیة الحفیرة من طریق مکة والمدینة، وأما مشیرب فما بین جبال فی شامی ذات الجیش، بینها وبین خلایق الضبوعة. وأما أشراف مخیض فجبال مخیض من طریق الشام، وأما الحفیاء فبالغابة من شامی المدینة'' وأما ذو العشیرة فنقب فی الحفیاء، وأما تیم فجبل فی شرقی المدینة، وذلک کله یشبه أن یکون بریدا فی برید. ذات الجیش فی وسط البیداء، والبیداء هی التی اذا دخل الحجاج بعد الاحرام من ذی الحلیفة استقبلوها مصعدین الی جهة العرب''.

ترجمہ: کعب بن مالک کہتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حرم مدینہ کی بلندیوں پر بھیجا کہ وہاں علم (مینارہ) تعمیر کروں۔ میں نے حسب ہدایت ذات الجیش کے ٹیلوں پر علم تعمیر کئے اور مشیرب پر، اور مخیض کے ٹیلوں پر اور حفیا پر اور ذی العشیرہ پر اور تیم پر بھی مینارے بلند کیے۔ ذات الجیش صفیرہ کی پہاڑی کے کنارے پر ہے جو مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے راستے میں آتا ہے۔ مشیرب ذات الجیش کے شمال میں پہاڑوں

کے بیچ میں واقع ہے.......... اس کے اور خلائق کے درمیان ضبوعہ آتا ہے ...... مخیض کے ٹیلے شام کے راستہ میں مخیض کے پہاڑوں میں آتے ہیں حفیاء جنگل میں ہے اور مدینہ کے شمال کی طرف آتا ہے۔ ذو العشیرۃ حفیاء کے کنارے پر ہے اور تیم ایک پہاڑ ہے جو مدینہ منورہ کے مشرق میں واقع ہے .... یہ سب تقریباً ایک منزل طویل اور ایک منزل عریض ہوتا ہے .... ذات الجیش بیداء کے وسط میں ہے اور بیداء وہ مقام ہے کہ حاجی احرام باندھ کر جب ذوالحلیفہ سے آگے بڑھتے ہیں تو بلندی پر چڑھتے وقت مغرب کی جانب اس مقام میں داخل ہوتے ہیں۔ (عہد نبویؐ کے میدان جنگ، ص: ۱۳)

غزوات نبویؐ کا حربیاتی پہلو:

عہد نبویؐ کے میدان جنگ کی ترتیب وتدوین میں ڈاکٹر حمید اللہ مرحوم نے حربیاتی پہلو کو بہ طور خاص بنیاد بنایا ہے آپ نے اس ضمن میں بعض ایسے نکات پیش کیے ہیں، جو عام مؤرخین اور سیرت نگاروں کی نظروں سے اوجھل رہے یا انہوں نے اس طرف التفات نہیں کیا۔ یہاں بہ طور نمونہ چند نکات پیش کیے جاتے ہیں:

(i) جنگ بدر کے موقع پر جب مسلمان مدینہ منورہ سے تیاری کرکے نکل رہے تھے تو اس وقت ان کی تیاری کی نوعیت کیا تھی ان کی پلاننگ اور پالیسی میں کون سا پہلو زیادہ نمایاں تھا۔ اس ضمن میں ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں۔ ''میں ان لوگوں سے متفق نہیں ہوں جو قریشی قافلوں کو لوٹنے کے لیے بھیجی ہوئی مہموں کے وجود ہی سے انکار کرتے ہیں۔شبلی مرحوم نے ''کانمایساقون إلی الموت'' کی آیت سے استدلال کرکے کم ازکم جنگ بدر کی حد تک اپنی رائے کو مستحکم کرلیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قافلے کو روکنے کے لیے نہیں بلکہ قریشی امدادی دستے سے مقابلے کے لیے نکلے تھے۔ لیکن ''إذ یعدکم اللہ إحدی الطائفتین أنھا لکم وتودّون ان غیر ذات الشوکة تکون لکم'' کی صریح آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ مدینہ منورہ سے چلتے وقت مسلمانوں کو یقین نہ تھا کہ آیا وہ قافلہ سے ملیں گے یا امدادی دستے سے مٹ بھیڑ ہوگی۔ دونوں امکانات موجود تھے۔ چونکہ قریشی قافلہ ایک ہزار اونٹوں پر مشتمل اور پانچ لاکھ درہم کے اسباب لے کر آرہا تھا اس لیے مدینہ والوں کو یقین تھا کہ اس کی مدد اور حفاظت کے لیے قریش اپنے تمام حلیفوں کی مدد سے ہزاروں آدمیوں کے ساتھ مقابلہ اور کشمکش کریں گے۔ مدینہ منورہ سے زیادہ دور، مکہ مکرمہ کی سمت جانا بہتوں کے لیے موت کے منہ میں جانا معلوم ہوتا تھا۔ (ص: ۱۸)

(ii) قریشی قافلہ کے گزر جانے اور مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل جانے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر میں تقریباً ایک ہفتہ قیام فرمایا اس قیام کے بارے میں عام سیرت نگاروں نے کوئی خاص توجہ نہیں دی اور اس نکتہ کو نظر انداز کردیا۔ ڈاکٹر صاحب نے اس نکتہ کی وضاحت کے لیے بہت مفید اور وقیع معلومات پیش کی ہیں۔ آپ لکھتے ہیں: ''یہ سوال کافی پیچیدہ ہے کہ قافلے کے ہاتھ سے نکل جانے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیوں فوراً مدینہ منورہ واپس نہیں گئے اور کیوں ہفتہ بھر بدر میں پڑاؤ ڈالے رہے، اپنے مرکز سے دور خطرے کا سامنا کرتے مقیم رہے۔ جہاں تک غور کیا، مجھے ایک ہی وجہ سمجھ میں آئی ہے۔ ہجرت کے ساتھ ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آس پاس کے قبائل سے حلیفی اور معاونت کے معاہدے کرنے شروع کردیئے تھے۔ چنانچہ ۱ھ میں جہینہ کے بعض سرداروں سے معاہدہ ہوا تھا۔ ۲ھ میں ینبوع کے آس پاس بسنے والے بنوضمرہ، بنو مدلج، بنو زرعہ اور بنوالربعہ سے دوستی اور اعانت یا غیر جانبداری کے معاہدے ہوئے تھے۔ خوش قسمتی سے تاریخ نے ان معاہدوں کے متن کو محفوظ رکھا ہے۔ اور ان معاہدوں کے ساتھ ہی قریش پر راستہ بندکیا جاسکا، کیونکہ یہ سب قبائل مدینہ منورہ اور بحر قلزم کے مابین بستے تھے۔ اور انہیں کی سر زمین سے قریشی کاروانوں کو گزرنا پڑتا تھا۔ وجہ جو بھی ہوئی ہو، ابتداً شام سے آنے والے قافلے کو روکنے کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موزوں جگہ پڑاؤ ڈالا، پھر وہیں مقیم رہے جب قریش کی فوج کے آنے کی اطلاع ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طے کیا کہ ان سے مقابلہ کرنا چاہئے اگرچہ دشمن کی تعداد تقریباً تگنی تھی۔ اس وقت ہمراہی افسروں نے جو بدر کی جغرافیہ سے بہتر واقف تھے مشورہ دیا کہ مکہ مکرمہ یعنی جنوب سے آنے والے دشمن کے مقابلہ کے لیے پڑاؤ کو بدلنا مناسب ہوگا۔ پانی پر اپنی بہتر دسترس اور دشمن کو اس سے محروم کرنا خاص طور پر پیش نظر رکھا گیا اسی طرح لڑائی چونکہ عموماً صبح کو شروع ہوتی تھی اس لیے اس کالحاظ رکھا گیا کہ دن چڑھے تو سورج آنکھوں پر نہ آئے۔ (ص:۲۰)

غزوۂ احد کے موقع پر اہل مکہ نے جبل احد کا انتخاب کیوں کیا ...... اور یہاں آکر انہوں نے پڑاؤ کیوں ڈالا۔ حالانکہ بہ ظاہر انہیں یہ چاہیے تھا کہ جنوب کی طرف سے آکر مدینہ منورہ پر حملہ آور ہوتے ...... ڈاکٹر صاحب اس بارے میں لکھتے ہیں: مکہ مکرمہ کے متعلق سب جانتے ہیں کہ وہ مدینہ منورہ کے جنوب میں واقع ہے۔ عرصے سے میں یہ سوچتا اور بہتوں سے پوچھتا رہا کہ مکہ والے مدینہ کے جنوب پر کیوں حملہ آور نہیں ہوئے اور کس مصلحت سے مدینہ منورہ کے شمال میں جا کر اپنی واپسی اور اپنی کمک وغیرہ کا راستہ بند کر لیا۔ جب میری کسی طرح تشفی

نہ ہوئی تو مجبوراً میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ موجودہ احد وہ مقام نہیں ہے جہاں غزوۂ احد پیش آیا اور یہ کہ قدیم احد اصل میں مدینہ منورہ کے جنوب میں قبا کے قرب وجوار میں کسی جگہ واقع ہوگا۔ قدیم مؤرخین اور جغرافیہ نگاروں کا متفقہ بیان ہے کہ احد مدینہ منورہ کے شمال میں ہے اور حتی کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا مزار بھی میری تشفی نہ کرسکے ...... لیکن جب میں نے بر سر موقع مقامیاتی مطالعہ کیا تو وہ چیز سمجھ میں آئی جو بیسیوں کتابوں کی سالہا سال ورق گردانی سے بھی نہ آئی تھی ...... یہ کہہ کہ ڈاکٹر صاحب نے بڑی تفصیل کے ساتھ مدینہ منورہ کی منظرکشی کی ہے ایک ایک محلّہ اور ایک ایک گلی کے بارے میں ڈاکٹر صاحب نے معلومات بیان کی ہیں...... اور یہ بتانے کی کوشش کی ہے کہ جبل اُحد کا انتخاب کس مقصد اور کس ہدف کو پیش نظر رکھ کر کیا گیا تھا ...... آپ کے تجزیہ کا خلاصہ یہ ہے کہ مدینہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا محلّہ اس دور کی قبائلی آبادیوں کے وسط میں واقع تھا۔ اہل مکہ کو عام اہل مدینہ سے کوئی پر خاش نہ تھی وہ صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنا غصہ اتارنا چاہتے تھے مسکن نبویؐ تک پہنچنے کے لیے جنوب میں گنجان باغ حائل تھے جن کے باعث لڑائی کا کوئی میدان نہ تھا۔ جنوب مشرق میں قبا اور عوالی کی آبادیاں اور باغ تھے۔ مشرق میں مسلسل یہودی محلے تھے جو شمالاً جنوباً قبا سے لے کر تقریباً احد تک چلے گئے تھے۔ مدینہ منورہ کی موجودہ فصیل پر شمال میں باب الشامی کے پاس بنو ساعدہ رہتے تھے۔ شمال مغرب میں وادی العقیق کے کنارے بئر رومہ تک بہ کثرت باغ تھے۔ شمالی حصہ البتہ کھلا ہوا تھا ادھر سے مدینۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا راستہ کھلا ہوا بھی تھا...... مدینہ منورہ کے جنوب میں بلند پہاڑیاں ہیں اور راستہ صرف وادیوں اور گھاٹیوں میں سے گزرتا جو عہد نبویؐ میں مدینہ کو براہ راست جنوب سے آنے کے لیے قبا کی طرف ایک سخت دشواریاں تھیں جن کے باعث قریش کی تھکی ہوئی فوج اور بارہ دن کے کوچ سے نیم مردہ جانوروں نے بھی مدینہ منورہ سے دور زغابہ میں جا کر ٹھہرنا پسند کیا۔ یہاں پانی افراط سے تھا۔ چارہ بھی ملتا تھا اور چونکہ کامیابی کا یقین تھا اس لیے واپسی کے راستے کی بھی فکر نہ تھی۔ (ص۲۶، ۲۷، ۲۸،۲۹)

(iii) غزوۂ خندق کے اسباب کے بارے میں مؤرخین اور سیرت نگاروں نے مختلف وجوہات بیان کی ہیں۔ اس ضمن میں ڈاکٹر حمید اللہ مرحوم کا تجزیہ یہ ہے کہ غزوۂ احد کے بعد جب قریش بے فکر ہو کر مکہ مکرمہ چلے گئے تو مسلمانوں نے مدینہ منورہ میں اپنی پوزیشن دوبارہ مستحکم کردی۔ اور قریش کا نہ صرف شام ومصر بلکہ عراق کا راستہ بھی مؤثر طور پر بند کردیا ۔ اس دوران میں یہودیوں کی جلاوطنی کا سلسلہ بھی جاری رہا ...... اور یہی وہ طبقہ ہے جس کی سازشوں اور

سرگرمیوں نے غزوۂ خندق کے لیے راستہ ہموار کردیا۔

ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں: یہودیوں کی جلاوطنی تازہ مشکلات کا باعث بنی یہ لوگ مدینہ منورہ کے شمالی علاقوں میں جاکر بسنے لگے۔ جیسے خیبر، وادی القری اور دیگر یہودی نوآبادیاں جو شامی رستہ پر فلسطین تک پھیلی ہوئی تھیں۔ غالباً دومۃ الجندل میں بھی ان کے خاصے اثرات تھے کیونکہ مدینہ آنے والے غلے وغیرہ کے کاروانوں کو اب دومۃ الجندل میں بھی چھیڑا جانے لگا۔ ان یہودیوں نے اپنے معاشی اثرات سے ایک طرف تو غطفان وغیرہ قبائل کو مدینہ پر دھاوا بولنے کے لیے موقع فراہم کردیا اور دوسری طرف قریش کو بھی ان تیاریوں سے آگاہ کرکے مدینہ پر حملہ کرنے کے لیے آمادہ کردیا۔ یہ سب تیاریاں پوری مستعدی سے کوئی دوسال تک ہوتی رہیں ...... ۔ (ص:۳۴)

خندق کی کھدائی اور تیاری کے ضمن میں عام مؤرخین نے لکھا ہے کہ یہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے مشورہ سے کھودی گئی ...... ڈاکٹر صاحب اس کے بارے میں بتاتے ہیں: 'اسلامی مؤرخ عام طور سے لکھتے ہیں کہ مدافعت کے مشورے میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے رائے دی کہ شہر کے اطراف میں ایک خندق کھودی جائے جیسا کہ ایران میں رواج ہے ...... مکتوباتِ نبویؐ میں سے ایک میں جو مغازی الواقدی اور مقریزی کی ''التخاصم بین بنی ہاشم وبنی امیہ'' میں ملتا ہے۔ ابوسفیان نے طعنہ دیا کہ مقابلہ کی جگہ قلعوں میں گھس بیٹھے ہو، اور حیرت ظاہر کی کہ یہ نیا داؤ کس سے سیکھا اس کے جواب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھا کہ اللہ تعالی نے آپ کو یہ چیز الہام کی ......۔

جنگ حنین جس میدان میں لڑی گئی اس میدان کے بارے میں مؤرخین اور سیرت نگاروں کے ہاں تفصیلات نہیں ملتی۔ ڈاکٹر صاحب اس بارے میں لکھتے ہیں: یہ عجیب بات ہے کہ حنین کا مشہور اور اہم میدان جنگ جس کا قرآن میں نام کے ساتھ ذکر ہے ، صدیوں سے گوشۂ گمنامی میں چلا گیا ہے اور پرانے جغرافیہ نگاروں کو یہ تک معلوم نہ ہوسکا کہ حنین کس جگہ واقع تھا۔ وہ مختلف روایتیں بیان کرتے ہیں جن میں باہم تطابق کی کوئی صورت نہیں اور مجبوراً ان کے باہم تعارض کے باعث سب ہی کو ساقط اور نظر انداز کردینا پڑتا ہے حالیہ سالوں میں متعدد اہل علم سیاحوں نے اس جگہ کا پتہ لگانے کی کوشش کی اور ۱۳۵۷ھ کے اواخر میں حج کے زمانے میں آٹھ سال کے وقفہ کے بعد میں نے اس کی دوسری مرتبہ جستجو کی اور اب کی دفعہ ساٹھ ستر میل کی مسافت گدھے پر طے کرنے کے باوجود بھی گوہر مراد ، افسوس سے اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ ہاتھ نہ آیا ...... آپ لکھتے ہیں : اصل میں ہم لوگ اب تک حنین کو مکہ مکرمہ اور طائف کے بیچ میں ڈھونڈھتے رہے ہیں اور اب میں محسوس کرتا

ہوں کہ یہ قصور ہمارا ہی ہے کہ مقصد کو نہیں پہنچتے سب لوگ جانتے ہیں اور مانتے ہیں اور احادیث میں بھی صراحت سے ذکر ہے کہ سوائے تبوک کے موقع کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ فوجی مہموں میں توریہ (دکھاوا) فرمایا کرتے تھے اور غیر سمت میں چل کر نامانوس اور سنسان راستوں سے گزر کر دشمن کو انجان جالیتے تھے اس لیے یہ قطعاً غیر یقینی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ سے طائف کو سیدھے راستے سے گئے ہوں۔ (ص: ۴۹)

حنین کے بارے میں بحث کرنے کے بعد ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں: ''اب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی فوجی نقل وحرکت بہت صاف سمجھ میں آجاتی ہے، اور وہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ ہوازن کو قلعہ بند شہر طائف میں پہنچنے سے روکا جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ سے تقریباً شمال میں روانہ ہوتے ہیں اور نصف دائرہ سا راستہ بنا کر حنین پہنچتے ہیں اور تھوڑی سی دشواری کے بعد دشمن کو تتر بتر کرکے پھر اسی طرح چکر دار راستے سے آگے بڑھتے ہوئے اوطاس سے ہو کر لیہ پہنچتے ہیں اور وہاں کی گڑھی منہدم کردیتے ہیں۔ اس کی فتح اہل طائف کے لیے بڑا معاشی دکھ پہنچاتی ہے اور پھر آگے بڑھ کر طائف کو ایک ایسے رخ سے آکر گھیر لیتے ہیں، جدھر وسیع میدان ہیں اور پڑاؤ وغیرہ کی سہولت ہے۔ مگر جدھر سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے کا اہل طائف کو گمان نہیں ہو سکتا تھا۔ (ص: ۵۰)